تعلیمی اداروں میں عدم برداشت: تعلیمی ماحول اور ذہنی ترقی پر اثرات

Intolerance in educational institutions

Effects on the educational environment and mental development

مظہر حسین

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

محمد پرویز

لیکچرار علوم اسلامیہ، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

محمد صدیق باقر

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

Abstract:

Educational institutions are the main pillars of nation building and development, where students not only acquire knowledge and skills but also learn social and moral values. However, the emergence of issues such as intolerance in these institutions can have a negative impact on the educational process and development. Intolerance towards different ideologies and cultures creates an environment where fear, conflict, and disharmony arise. As a result, students' creativity, critical thinking, and personality development are limited, leading to a lack of mutual respect and empathy in society. Therefore, it is necessary to instill tolerance, harmony, and acceptance of differences of opinion in educational institutions in order to create a progressive and peaceful society.

Keywords:

Educational institutions, intolerance, environment, mental development, effects

تمہید:

تعلیمی ادارے کسی قوم کی تعمیر اور ترقی کا بنیادی ستون ہوتے ہیں، جہاں طالب علم نہ صرف علم وہنر حاصل کرتے ہیں بل کہ سماجی اور اخلاقی اقدار بھی سیکھتے ہیں تاہم، ان اداروں میں عدم برداشت جیسے مسائل کا پیدا ہونا تعلیمی عمل اور ترقی پر منفی اثرات ڈال سکتا ہے۔ مختلف نظریات اور ثقافتوں کے لیے عدم قبولیت ایک ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جہاں خوف، تنازعہ، اور عدم ہم آہنگی جنم لیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں طلبہ کی تخلیقی صلاحیت، تنقیدی سوچ، اور شخصیت کی نشوونما محدود ہو جاتی ہے، جس سے معاشرے میں باہمی احترام اور ہمدردی کا فقدان پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے تعلیمی اداروں میں برداشت، ہم آہنگی، اور اختلافِ رائے کو قبول کرنے کا رجحان پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ ایک ترقی پسند اور پرامن معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

تعلیمی اداروں میں عدم برداشت کا مسئلہ نہ صرف تعلیمی ماحول بلکہ ذہنی ترقی اور معاشرتی ہم آہنگی پر بھی سنگین اثرات مرتب کرتا ہے۔ اسلام میں احترام، رواداری، اور اختلافات کو برداشت کرنے کی اہمیت پر بار بار زور دیا گیا ہے، اور یہی اصول تعلیمی اداروں میں امن وسکون کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہیں۔ جب تعلیمی اداروں میں عدم برداشت کی فضا قائم ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں طلباء کی ذہنی اور جذباتی صحت متاثر ہوتی ہے، جس سے ان کی تعلیمی کارکردگی میں کمی آتی

ہے۔ اسلام میں ہر فرد کی عزت واحترام کو اولیت دی گئی ہے، اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں" اس اصول کے مطابق، تعلیمی اداروں میں بھی طلباء اور اساتذہ کے درمیان عدم برداشت کی فضا کو ختم کرنے کے لیے ایک ایسا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے جہاں ہر شخص کے خیالات، عقائد اور ثقافتوں کا احترام کیا جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق، ہر انسان کو اپنے اختلافات کے باوجود دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے اور انہیں جینے کا حق دینا چاہیے۔ جب طلباء اسلام کے اس اصول کو اپناتے ہیں، تو نہ صرف ان کی ذہنی اور اخلاقی ترقی ہوتی ہے بل کہ پورے معاشرے میں امن، محبت اور بھائی چارہ بھی فروغ پاتا ہے۔ اس طرح، اسلامی نقطہ نظر سے تعلیمی اداروں میں عدم برداشت کے مسئلے کا حل اسلام کی تعلیمات میں موجود رواداری، احترام اور انسانیت کے اصولوں کو اپنانے میں ہے۔ اس سے نہ صرف تعلیمی ماحول میں بہتری آئے گی بلکہ معاشرتی ہم آہنگی بھی قائم ہو گی۔

عدم برداشت کی لغوی تعریف:

عدم، برداشت دو الفاظ سے مرکب ہے "عدم" اور "برداشت" اس کا مجموعہ ہے۔ **عدم**: عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے "نہ ہونا" یا "غیر موجودگی"۔

برداشت: اردو میں یہ لفظ صبر، تحمل، اور دوسروں کے رویوں یا خیالات کو قبول کرنے کے معنی دیتا ہے۔ لہٰذا لغوی طور پر "عدم برداشت" کا مطلب ہے صبر یا تحمل کا نہ ہونا۔

عدم برداشت کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی طور پر "عدم برداشت" اس کیفیت کو کہتے ہیں جب کوئی فرد، گروہ، یا معاشرہ دوسروں کے خیالات، عقائد، طرزِ عمل، یا اختلافات کو قبول کرنے سے قاصر ہو اور ان کے خلاف نفرت، مخالفت یا سخت رویہ اختیار کرے۔ یہ رویہ سماجی، مذہبی، سیاسی یا کسی اور نظریاتی دائرے میں ظاہر ہو سکتا ہے، جہاں اختلاف رائے کو دبانے یا مسترد کرنے کا رجحان پایا جائے۔ کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کسی کے مذہبی عقائد اور کسی کی اچھی رائے کو تسلیم نہ کرنا اور اس پر زبردستی اپنی رائے مسلط کرنا۔

۲۔ سیاسی نظریات میں اختلاف کرتے ہوئے بات کو اس حد تک لے جانا کہ دوستی کو دشمنی میں بدل دینا۔

۳۔ کسی کی ثقافتی یا لسانی پہچان کو قبول نہ کرنا اور نظریاتی، مذہبی، اور نسلی عدم برداشت اور رویوں میں اختلاف رائے پر برداشت کی کمی کی وجہ سے منفی اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عدم برداشت ایک منفی رویہ ہے جو افراد اور معاشروں کے درمیان تنازعات اور انتشار پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

تعلیمی ماحول پر عدم برداشت کے اثرات

تعلیمی ماحول میں خوف اور بے چینی: تعلیمی ماحول میں خوف و بے چینی کا ہونا ایک سنگین مسئلہ ہے جو نہ صرف طلبہ کی تعلیمی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے بلکہ ان کی ذہنی اور روحانی صحت پر بھی منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ اسلام ہمیں ایسے ماحول کی تشکیل کا درس دیتا ہے جو امن، محبت، اور بھائی چارے پر مبنی ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا"(۱)، یعنی کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔ اس آیت کی روشنی میں اساتذہ اور طلبہ کو چاہیے کہ وہ باہمی احترام، حوصلہ افزائی، اور رواداری کے اصولوں پر عمل کریں تاکہ ایک خوشگوار تعلیمی ماحول قائم ہو۔

"إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ" میں تمہارے لیے والد کے درجے میں ہوں، تم کو (ہر چیز) سکھاتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں سکھاتی ہے کہ علم حاصل کرنے کے عمل کو آسان اور خوشگوار بنایا جائے۔

آپ ﷺ نے کبھی بھی سختی یا تنقید سے تعلیم نہیں دی بلکہ نرمی اور محبت سے طلبہ کی راہنمائی کی۔ ایسے ہی، ایک اسلامی تعلیمی ماحول میں طلبہ کو ان کے خوف یا ناکامیوں پر ڈانٹنے کے بجائے ان کی غلطیوں کو درست کرنے اور ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے پر توجہ دی جانی چاہیے۔(۲)

اسی روح کے ساتھ، تعلیمی ماحول میں بے چینی ختم کرنے کے لیے دعا اور ذکر کو فروغ دینا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ " سن لو !اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔(۳) لہٰذا، ایک ایسا تعلیمی ماحول جہاں اسلامی اقدار کو اپنایا جائے، طلبہ کے ذہن و دل کو سکون پہنچاتا ہے اور ان کی تعلیمی کامیابی کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔

طلبہ اور اساتذہ کے تعلقات پر منفی اثرات: اسلامی تعلیمات میں طلبہ اور اساتذہ کے تعلقات کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ یہ تعلق نہ صرف علم کے حصول بلکہ شخصیت کی تعمیر میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ تاہم، اگر اس تعلق میں منفی اثرات پیدا ہوں، جیسے بے ادبی، عدم احترام، یا غیر اخلاقی رویہ، تو یہ نہ صرف تعلیمی ماحول کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ طلبہ کی اخلاقی و روحانی ترقی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اسلام اساتذہ کے احترام کو لازم قرار دیتا ہے اور علم کو حاصل کرنے والے طلبہ کو تحمل، ادب اور انکساری کی تلقین کرتا ہے۔ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْؕ-اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۴)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو اِن پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا(۵)

ترجمہ: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" علم حاصل کرو اور اپنے استاد کا احترام کرو، کیونکہ یہ علم کے حق کی ادائیگی ہے۔ جب اساتذہ اور طلبہ اسلامی اقدار کو نظر انداز کرتے ہیں، تو ان کے تعلقات میں سرد مہری اور تنازعات پیدا ہو سکتے ہیں، جو نہ صرف تعلیم کے معیار کو کم کرتے ہیں بلکہ ایک مثالی تعلیمی نظام کی تشکیل میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

گروپ بندی اور تقسیم کا فروغ کا اصلاحی پہلو: اسلام میں گروپ بندی یا جماعتوں کی تقسیم کی اہمیت اور اصولوں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم، اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام میں گروپ بندی کو صحیح طریقے سے ترتیب دینے کی ضرورت ہے تاکہ اس سے سماجی اور تعلیمی اداروں میں اصلاحی تبدیلیاں آسکیں۔ اس سلسلے میں چند اہم نکات درج ہیں:

اتحاد اور اتفاق : اسلام میں جماعتوں یا گروپوں کی تقسیم کا مقصد اتحاد اور اتفاق ہوتا ہے، نہ کہ تفرقہ اور افتراق۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مسلمانوں کو متحد رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

" وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا "(۶)

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔

تعلیمی اداروں میں گروپ بندی: تعلیمی اداروں میں گروپ بندی یا جماعتوں کی تقسیم کو اسلام میں ایک مثبت عمل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جب وہ تعلیمی مقصد کے تحت کی جائے۔ گروپوں کا مقصد طلبہ کی تربیت، تعلیم میں بہتری، اور ایک دوسرے سے سیکھنے کا ماحول پیدا کرنا ہونا چاہیے۔

صالحیت اور تقویٰ کی بنیاد پر تقسیم: اسلام میں گروپ بندی کو صرف ظاہری بنیادوں پر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ افراد کی صلاحیتوں، تقویٰ اور اخلاقی معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے گروہ بندی کی جانی چاہیے۔ جیسا کہ ایک قول سیدنا علی کی طرف

منسوب ہے کہ لوگ اپنے اعمال کے مطابق ہیں، نہ کہ ان کے لباس یا ان کے ساتھ ہونے والے لوگوں کے مطابق۔

علمی اور اخلاقی تربیت: گروپ بندی کا مقصد صرف تعلیمی اہداف کو حاصل کرنا نہیں، بلکہ اخلاقی اور اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک دوسرے کی راہنمائی کرنا بھی ہونا چاہیے۔ ہر گروہ یا جماعت میں اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ وہاں احترام، تعاون، اور اصولوں کی پیروی کی جائے۔

مقصد کی درستگی: گروپ بندی کی اصلاحی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب گروہ بندی کا مقصد صرف ذاتی مفادات کو پورا کرنا نہ ہو، بلکہ اس کا مقصد معاشرتی، اخلاقی اور تعلیمی اصلاحات ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے گروپ بندی کا مقصد اتحاد، تعلیم میں بہتری اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بڑھانا ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے تعلیمی اداروں میں اصلاح اور ترقی کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس میں اصولوں، اخلاقی معیار اور تقویٰ کو مدنظر رکھا جائے۔

ذہنی اور جذباتی ترقی پر اثرات

تخلیقی سوچ کی حوصلہ شکنی: "أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَأَحَبُّ الأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا "(۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا شخص وہ ہے جو لوگوں کو بہت زیادہ نفع پہنچائے، اور اللہ کی طرف تمام اعمال سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ کسی مسلمان کو خوشی پہنچائی جائے، یا اس کی مصیبت دور کی جائے، یا اس کا قرضہ ادا کیا جائے، یا اس کی بھوک دور کی جائے۔

اسلام میں تخلیقی سوچ اور نئے خیالات کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، بشرطیکہ وہ شرعی حدود میں رہ کر ہوں۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو عقل و فہم اور علم کی جستجو کی اہمیت دیتا ہے۔ تاہم، تخلیقی سوچ کی حوصلہ شکنی کی جو شرعی وجوہات ہو سکتی ہیں، وہ زیادہ تر اس صورت میں ہیں جب تخلیقی خیالات یا اقدامات شریعت کے اصولوں کے خلاف ہوں یا کسی غیر اسلامی عمل کی حوصلہ افزائی کرتے ہوں۔

شریعت کے خلاف تخلیقی عمل: اگر کسی شخص کی تخلیقی سوچ یا عمل شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہو، جیسے کہ حرام کاموں کی طرف راہنمائی یا غلط عقائد کو فروغ دینا، تو ایسی تخلیقی سوچ کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ اسلام میں کوئی بھی عمل جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو، جیسے کہ شرک، حرام چیزوں کا استعمال، یا غلط عقائد کو پروان چڑھانا، اس کی اجازت نہیں۔

دوسروں کی اذیت رسانی: تخلیقی سوچ یا عمل ایسا نہیں ہونا چاہیے جو دوسروں کے حقوق کی خلاف ورزی کرے یا ان کو اذیت دے۔ مثال کے طور پر، اگر کسی کی تخلیقی کوشش لوگوں کو تکلیف پہنچاتی ہو یا ان کے حقوق کا استحصال کرتی ہو، تو وہ قابل اعتراض ہو سکتی ہے۔

غلط مقاصد: اگر تخلیقی سوچ یا عمل کا مقصد لوگوں کی فلاح و بہبود کے بجائے فساد، فتنہ، یا معاشرتی برائیوں کا پھیلاؤ ہو، تو اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

" وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِۙ-قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ "(۸)

ترجمہ: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں سنتا ہے۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تخلیقی سوچ کو مثبت مقصد کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ فساد یا برائی کے فروغ کے لیے۔

شرعی حدود کا احترام:

اسلام میں کسی بھی تخلیقی عمل کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ شرعی حدود میں ہو۔ اسلام میں انسانوں کو علم اور تخلیقی صلاحیتوں کے استعمال کی اجازت ہے جب تک کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تخلیقی سوچ کی حوصلہ شکنی صرف اس صورت میں کی جائے گی جب وہ شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرے، کسی کی اذیت کا باعث بنے، یا غلط مقاصد کے لیے ہو۔ اسلام میں تخلیقیت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، بشرطیکہ وہ جائز اور مفید ہو۔

ذہنی دباؤ اور جذباتی پریشانی: تعلیمی اداروں میں ذہنی دباؤ اور جذباتی پریشانی کا حل ایک منظم اور ہمدردانہ رویہ اپنانے میں مضمر ہے۔ اساتذہ اور انتظامیہ کو چاہیے کہ طلبہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں تاکہ وہ اپنی مشکلات آزادانہ طور پر بیان کر سکیں۔ مشاورت کے لیے تربیت یافتہ ماہرین کا انتظام کیا جائے جو طلبہ کی ذہنی صحت کا خیال رکھ سکیں۔ نصاب میں لچک پیدا کر کے غیر ضروری دباؤ کم کیا جا سکتا ہے، جبکہ ہم نصابی سرگرمیوں کو فروغ دے کر طلبہ کو اپنی تخلیقی صلاحیتیں ظاہر کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس کے علاوہ، والدین اور اساتذہ کو مشترکہ طور پر طلبہ کی ذہنی صحت پر توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ایک مثبت اور معاون ماحول تشکیل دیا جا سکے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات میں کمیونٹی کی مدد اور دوسروں کی خدمت بھی ذہنی سکون کا سبب بنتی ہے، جیسا کہ حدیث ہے:"خير الناس من ينفع الناس" یعنی تم سے بہتر لوگ وہ ہیں جو لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اس طرح کی روحانی راہنمائی اور عملی طریقے اسلام میں ذہنی دباؤ اور پریشانی سے نمٹنے کے مؤثر ذرائع ہیں۔(۹)

اعتماد اور خود اعتمادی کی کمی: تعلیمی اداروں میں اعتماد اور خود اعتمادی کی کمی ایک اہم مسئلہ ہے جو طلبہ کی تعلیمی کارکردگی اور شخصیت کی نشوونما کو متاثر کرتا ہے۔ اساتذہ کا سخت رویہ، غیر ضروری تنقید، اور مقابلے کا دباؤ اکثر طلبہ کی خود اعتمادی کو مجروح کرتا ہے۔ اس کا حل ایک حوصلہ افزا اور دوستانہ ماحول فراہم کرنے میں مضمر ہے جہاں طلبہ کو اپنی خامیوں سے سیکھنے اور اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع دیا جائے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کی کامیابیوں کو سراہیں اور ان کی ناکامیوں کو ایک سیکھنے کے موقع کے طور پر پیش کریں۔ مزید برآں، خود اعتمادی بڑھانے کے لیے گروپ سرگرمیاں، مباحثے، اور خود اظہار کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ طلبہ اپنی قدر اور صلاحیتوں کا شعور حاصل کر سکیں۔(۱۰)

طلبہ کی تعلیمی کارکردگی پر عدم برداشت کے اثرات

سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ: سیکھنے کے عمل میں رکاوٹیں کئی عوامل کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہیں، جن میں غیر مؤثر تدریسی طریقے، نصاب کی پیچیدگی، اور طلبہ کی ذاتی مسائل شامل ہیں۔ اگر تعلیمی مواد طلبہ کی ذہنی استعداد کے مطابق نہ ہو یا اساتذہ اپنی تدریس میں دلچسپی اور تخلیقی انداز اختیار نہ کریں، تو طلبہ کی سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح، ذہنی دباؤ، جذباتی پریشانیاں، یا گھر کے غیر سازگار حالات بھی طلبہ کی توجہ اور دلچسپی کو کم کر سکتے ہیں۔ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تدریسی عمل کو طلبہ کے انفرادی مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈیزائن کیا جائے، تدریس کو دلچسپ اور متنوع بنایا جائے، اور طلبہ کو ایک مددگار اور ہمدردانہ ماحول فراہم کیا جائے جہاں وہ آزادی سے اپنے سوالات اور خدشات کا اظہار کر سکیں۔(۱۱)

غیر مساوی مواقع اور ناانصافی: غیر مساوی مواقع اور ناانصافی معاشرتی نظام کے وہ پہلو ہیں جو ترقی اور ہم آہنگی کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ جب افراد کو تعلیم، روزگار، یا وسائل تک برابر رسائی نہیں ملتی، تو یہ ناانصافی عدم مساوات کو فروغ دیتی ہے۔ ایسی صورتحال میں غریب اور کمزور طبقات مزید پسماندگی کا شکار ہو جاتے ہیں، جبکہ وسائل اور اختیارات چند ہاتھوں

تک محدود ہو جاتے ہیں۔ انصاف اور مساوی مواقع کی فراہمی نہ صرف افراد کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق آگے بڑھنے کا موقع دیتی ہے بلکہ یہ معاشرے میں امن، خوشحالی، اور یکجہتی کو بھی فروغ دیتی ہے۔ لہٰذا، ایک منصفانہ اور متوازن معاشرتی نظام کے قیام کے لیے مساوات اور انصاف کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ (۱۲)

تعلیمی ڈراپ آؤٹ کی شرح میں اضافہ: تعلیمی ڈراپ آؤٹ کی شرح میں اضافہ ایک اہم سماجی مسئلہ ہے جو مختلف عوامل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جن میں غربت، تعلیمی نظام کی خامیاں، والدین کی لاعلمی، اور بچوں پر کم عمری میں روزگار کا دباؤ شامل ہیں۔ یہ مسئلہ نہ صرف بچوں کے مستقبل کو متاثر کرتا ہے بلکہ ملکی ترقی پر بھی منفی اثر ڈالتا ہے، کیونکہ ناخواندہ اور کم تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بڑھنے سے معاشی ترقی رک جاتی ہے اور معاشرتی ناہمواری میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا حل تعلیمی نظام کو بہتر بنانے، مفت اور معیاری تعلیم کی فراہمی، اور والدین و اساتذہ میں شعور بیدار کرنے کے ذریعے ممکن ہے، تاکہ بچے تعلیم مکمل کر سکیں اور ایک بہتر مستقبل کی جانب گامزن ہوں۔ (۱۳)

اساتذہ کے کردار میں تبدیلی:

تعلیمی اداروں میں عدم برداشت سے نمٹنے کے چیلنجز: تعلیمی اداروں میں عدم برداشت کا مسئلہ ایک سنگین چیلنج بن چکا ہے، جو مختلف سماجی، ثقافتی، اور مذہبی پس منظر رکھنے والے طلبہ کے درمیان تصادم کا سبب بن سکتا ہے۔ اسلام میں عدم برداشت کی نفی کی گئی ہے، اور ایک مسلمان کی تربیت ایسی ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے افراد کے ساتھ حسن سلوک اور احترام سے پیش آئے۔ قرآن و سنت میں بھی ایک دوسرے کے خیالات اور عقائد کا احترام کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : تمہارے لیے تمہارا دین، میرے لیے میرا دین "(۱۴)۔ اسلام میں ہر شخص کو اپنی آراء رکھنے کا حق دیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ اختلافات کے باوجود امن اور ہم آہنگی کو فروغ دیں۔ تعلیمی اداروں میں اس عدم برداشت کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ تدریس اور نصاب میں تنوع کی اہمیت اور بین المذاہب ہم آہنگی کو شامل کیا جائے، تاکہ طلبہ میں برداشت، افہام و تفہیم اور رواداری کی تربیت ہو۔ تعلیمی اداروں میں عدم برداشت سے نمٹنے کے چیلنجز کئی پہلوؤں پر محیط ہیں۔ سب سے بڑا چیلنج مختلف ثقافتوں، عقائد، اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے طلباء کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ، تعلیمی اداروں میں نسل پرستی، فرقہ واریت اور دیگر تفریق کی صورت میں عدم برداشت کو روکنے کے لئے مؤثر حکمت عملیوں کا فقدان بھی ایک مسئلہ ہے۔ تعلیمی عمل میں اس نوعیت کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے اساتذہ کی تربیت، مختلف کمیونٹی پروگرامز، اور طلباء میں رواداری اور ایک دوسرے کے احترام کے حوالے سے آگاہی پیدا کرنا ضروری ہے۔ ان چیلنجز کا سامنا کرتے ہوئے تعلیمی اداروں کو عدم برداشت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے جامع اور مستقل اقدامات کی ضرورت ہے۔

اساتذہ کی غیر جانبداری اور رویوں کی اہمیت: اسلام میں اساتذہ کی غیر جانبداری اور رویوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے، کیونکہ تعلیم کا مقصد صرف علم کی ترسیل نہیں بلکہ کردار کی تعمیر بھی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علم کو بہت بڑی نعمت قرار دی ہے اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ علم دینے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے کردار کی بھی مثال قائم کریں۔ غیر جانبداری اساتذہ کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ اپنے طلباء کے ساتھ انصاف کریں اور کسی بھی قسم کی تفریق سے گریز کریں۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا:" اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو"۔ (۱۵) اس آیت میں انصاف کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے جو کہ غیر جانبداری کے اصول کے مطابق ہے، اور اساتذہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ہر طالب علم کے ساتھ مساوی سلوک کریں، بغض یا تعصب کے بغیر۔ اس کے علاوہ، حدیث مبارکہ میں بھی فرمایا گیا: "اكمل المؤمنين إيمانا احسنهم خلقا، وخياركم خياركم لنسائهم خلقا" ایمان میں سب سے کامل

مومن وہ ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو، اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہو" (۱۶)، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اساتذہ کو اپنے طلباء کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔

سماجی رویے اور عدم برداشت کے اثرات

تعلیمی اداروں سے باہر سماجی زندگی پر اثرات: اسلام میں تعلیم کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور یہ صرف تعلیمی اداروں تک محدود نہیں ہے، بلکہ ایک مسلمان کی سماجی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اسلام نے علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہے اور ہر مسلمان پر علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس کے نتیجے میں فرد کی سوچ میں بہتری آتی ہے، جو اسے اپنی ذاتی اور سماجی زندگی میں بہتر فیصلے کرنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ علم انسان کو دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے، اخلاقی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور معاشرتی مسائل کے حل کی طرف راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، اسلام میں تعلیم کا مقصد فرد کی شخصیت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ معاشرے کی فلاح و بہبود ہے، جس سے فرد سماجی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر نبھاتا ہے اور معاشرتی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔(۱۷)

نوجوان نسل میں شدت پسندی کا رجحان: قرآن مجید میں رواداری، فراخدلی اور انسان دوستی کی جو تعلیمات دی گئیں ان پر حضرت محمدؐ نے عمل کرکے دکھایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے محمد ﷺ خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے۔ اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔"(۱۸)

نوجوان نسل میں شدت پسندی کا رجحان ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، جو معاشرتی، مذہبی اور سیاسی مسائل کے پیچیدہ امتزاج کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔ اسلام میں شدت پسندی کی کوئی جگہ نہیں ہے، کیونکہ قرآن و حدیث میں رواداری، صبر، امن اور انصاف کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام میں انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور دوسرے مذاہب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ شدت پسندی اور تشدد کا راستہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے اور اس سے معاشرے میں نفرت اور تقسیم پیدا ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرکے انہیں مثبت، تعمیری اور اخلاقی رویوں کی طرف راغب کرنا ضروری ہے تاکہ وہ معاشرتی ترقی اور امن کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

عدم برداشت کے اسباب

گھریلو تربیت کی کمی: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اُس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے جانور صحیح و سالم بچے کو جنم دیتا ہے، کیا اِس میں تمہیں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے۔"(۱۹)

گھریلو تربیت کی کمی اسلام میں ایک سنگین مسئلہ سمجھی جاتی ہے کیونکہ اسلام نے ہمیشہ والدین پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھے اخلاق، تعلیم اور دین کی بنیادوں پر تربیت دیں۔ قرآن اور حدیث میں والدین کو اپنے بچوں کی تربیت میں اہم ذمہ داری سونپی گئی ہے، اور ان کی رہنمائی کا مقصد ان کو صحیح راستہ دکھانا اور ان میں اخلاقی، دینی، اور معاشرتی اقدار پیدا کرنا ہے۔ گھریلو تربیت کی کمی نہ صرف فرد کی شخصیت پر اثرانداز ہوتی ہے بلکہ یہ پورے معاشرتی نظام کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اسلام میں بچوں کی تربیت کو ایک عبادت اور نیک عمل قرار دیا گیا ہے، اور والدین کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ بچوں کو محبت، انصاف اور احترام کے ساتھ تربیت دیں تاکہ وہ ایک صالح اور ذمہ دار فرد بن سکیں۔

تعلیمی نصاب میں عدم برداشت کو بڑھاوا دینے والے مواد: اسلامی تعلیمات میں عدم برداشت کی مذمت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور برداشت کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسانوں کے درمیان اختلافات کو تحمل، صبر اور احترام کے ساتھ حل کیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بات کرو" (۲۰)۔ اس کے علاوہ، نبی اکرم

ﷺ نے بھی فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے" (صحیح مسلم)۔ ان تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں عدم برداشت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور مسلمانوں کو ہر حالت میں دوسروں کے ساتھ احترام اور رواداری سے پیش آنا چاہیے۔

میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار: میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ میڈیا عوام تک معلومات پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جس کے ذریعے لوگ دنیا بھر میں ہونے والے واقعات سے باخبر رہتے ہیں۔ سوشل میڈیا نے اس کردار کو مزید تقویت دی ہے، کیونکہ اس کی مدد سے افراد اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں اور فوری طور پر خبریں اور معلومات شیئر کی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ، سوشل میڈیا نے سیاست، کاروبار اور تفریح کے شعبوں میں نئی راہیں کھول دی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جھوٹ اور افواہیں پھیلانے کا سبب بھی بن سکتا ہے، جس سے سماجی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسلام میں میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ لوگوں تک معلومات کی ترسیل کا ایک موثر ذریعہ بن چکا ہے۔ اسلام میں سچائی، عدل اور نیک نیتی کی اہمیت دی گئی ہے، اور میڈیا اور سوشل میڈیا کو ان اصولوں کی ترویج کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان ذرائع کا مقصد لوگوں کو مثبت معلومات فراہم کرنا، فریب اور جھوٹ سے بچانا، اور معاشرتی بہتری کے لیے کام کرنا ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی، اسلامی تعلیمات میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ میڈیا کا استعمال غیر اخلاقی یا گمراہ کن مواد کی نشر و اشاعت کے لیے نہ ہو، بلکہ اس کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی، علم کی ترسیل اور لوگوں کی راہنمائی کی جائے۔

عدم برداشت کے خاتمے کے لیے تجاویز

تعلیمی نصاب میں برداشت کے فروغ کے مضامین شامل کرنا: تعلیمی نصاب میں برداشت کے فروغ کے مضامین شامل کرنا نہایت اہم ہے کیوں کہ یہ طلباء میں دوسروں کی آراء، ثقافتوں اور عقائد کا احترام پیدا کرتا ہے۔ برداشت انسانیت کا بنیادی حصہ ہے جو معاشرتی ہم آہنگی اور امن کو فروغ دیتا ہے۔ جب تعلیمی ادارے طلباء کو تنوع، مختلف پس منظر اور خیالات کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، تو وہ نہ صرف اپنی سوچ کو وسیع کرتے ہیں بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی بہتری لاتے ہیں۔ اس کے ذریعے نوجوانوں میں ناپسندیدگی، تعصب اور عدم برداشت کے خلاف ایک مثبت رویہ پیدا کیا جا سکتا ہے جو ان کے ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگیوں میں کامیابی کے دروازے کھولتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں برداشت اور رواداری کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث میں انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اختلافات کو برداشت کرنے اور محبت و بھائی چارے کو فروغ دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: "اور تم میں سے ہر ایک کا ایمان اپنے رب پر اور یوم آخرت پر ہو، اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور بردباری سے پیش آنا اس کی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔" (۲۱)۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی تعلیمات میں لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے اور اختلافات کے باوجود بھائی چارہ قائم رکھنے کی ہدایت دی۔ تعلیمی نصاب میں برداشت کو فروغ دینا، طلبہ کو معاشرتی ہم آہنگی، انسانیت کی قدر اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام سکھاتا ہے، جو کہ اسلامی معاشرتی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

طلبہ میں مکالمہ اور افہام و تفہیم کی عادت پیدا کرنا: طلبہ میں مکالمہ اور افہام و تفہیم کی عادت پیدا کرنا ان کی تعلیمی اور شخصی ترقی کے لئے نہایت اہم ہے۔ جب طلبہ ایک دوسرے کے خیالات اور رائے کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سے نہ صرف ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ وہ معاشرتی تعلقات اور حل مسائل کی صلاحیت بھی بہتر بناتے ہیں۔ اس عادت سے طلبہ میں تحمل، احترام، اور تعاون کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، جو زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ، افہام و تفہیم کی عادت سے طلبہ میں تنقیدی سوچ اور تجزیاتی مہارتیں بھی پیدا ہوتی ہیں، جو

انہیں مسائل کو بہتر انداز میں حل کرنے کی صلاحیت دیتی ہیں اسی طرح اسلام میں مکالمہ اور افہام و تفہیم کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن و حدیث میں بار بار لوگوں کے درمیان بات چیت اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: "اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص کسی قوم سے لڑے، تو تم اسے ٹھیک طریقے سے سمجھاؤ"(۲۲)۔ اس کے علاوہ حضرت محمد ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو ہمیشہ نرمی، احسن طریقے سے بات کرنے اور اختلافات کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی تعلیم دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اختلافات کو بھی سنجیدگی سے سننا، سمجھنا اور افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے ذریعے طلبہ میں احترام، تعاون اور دوسروں کی رائے کا احترام کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے، جو ان کی ذاتی و اجتماعی زندگی میں کامیابی کی بنیاد ہے۔

اساتذہ کی تربیت اور شعور اجاگر کرنا: اساتذہ کی تربیت اور شعور اجاگر کرنا ایک اہم ضرورت ہے کیونکہ اس سے تعلیمی معیار میں بہتری آتی ہے اور طالب علموں کی سیکھنے کی صلاحیتیں بڑھتی ہیں۔ ایک اچھا استاد صرف علم نہیں سکھاتا بلکہ اپنے طلبہ میں مثبت رویے، اخلاقی اقدار اور فکری استقلال بھی پیدا کرتا ہے۔ اساتذہ کو جدید تدابیر اور طریقوں سے آگاہ کرنا، ان کی پیشہ ورانہ مہارتوں کو بہتر بنانا اور ان کے شعور کو جلا بخشنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے طالب علموں کو جدید دنیا کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر سکیں۔ اس کے لئے مناسب تربیتی پروگرامز، ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد کیا جانا چاہیے تاکہ اساتذہ کی صلاحیتوں میں نکھار آئے اور وہ تعلیمی نظام میں اہم کردار ادا کر سکیں اسی طرح اسلام میں بھی تعلیم اور تربیت کی اہمیت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے، خاص طور پر اساتذہ کی تربیت اور ان کا شعور بڑھانا انتہائی ضروری ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے: "علم کا طلب ہر مسلمان پر فرض ہے"(۲۳)، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ کی ذمہ داری صرف پڑھانے تک محدود نہیں بلکہ ان کا کردار طلباء کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں بھی اہم ہے۔ اساتذہ کو علم کے ساتھ ساتھ اخلاقی اصولوں کی تعلیم بھی دینی چاہیے تاکہ وہ اپنی رہنمائی سے معاشرتی اقدار کو فروغ دے سکیں۔ اس کے علاوہ، حضرت علیؓ کا فرمان ہے: "جو شخص تمہیں ایک حرف سکھائے، تم پر اس کا قرض ہے"، جو اساتذہ کی قدر و منزلت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے اساتذہ کی تربیت اور ان کے شعور کو بڑھانا ایک اہم اقدام ہے تاکہ وہ بہتر طریقے سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکیں۔

نتیجہ اور مستقبل کے لیے لائحہ عمل

برداشت کے فروغ میں تعلیمی اداروں کا کلیدی کردار: تعلیمی ادارے معاشرتی ترقی اور تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، خاص طور پر برداشت کے فروغ میں۔ یہ ادارے نہ صرف علم و فہم کی ترویج کرتے ہیں بلکہ طلباء میں تنوع اور مختلف ثقافتوں کے احترام کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ تعلیمی ماحول میں مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ بات چیت اور میل جول کا موقع ملتا ہے، جو برداشت اور ہم آہنگی کے جذبے کو بڑھاتا ہے۔ اس کے علاوہ، تعلیمی ادارے طلباء کو اخلاقی اقدار، حقوق انسانی، اور معاشرتی ذمہ داریوں کا شعور بھی دیتے ہیں، جو ایک جمہوری اور پُرامن معاشرہ قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح، تعلیمی ادارے برداشت کے کلیدی فروغ میں نہ صرف معاون ہیں بلکہ ان کی بنیاد پر ایک روشن، متنوع اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اسلام میں تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور تعلیمی اداروں کا کردار معاشرتی فروغ میں نہایت اہم ہے۔ قرآن مجید میں تعلیم کی اہمیت پر بار بار زور دیا گیا ہے، جیسے کہ سورۃ العلق کی پہلی وحی "اقْرَأْ" (پڑھ) سے واضح ہے کہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تعلیمی ادارے افراد کی فکری اور ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کی نشو نما میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے فرد کی صلاحیتیں بڑھتی ہیں اور وہ معاشرتی بہتری کے لیے کام آتا ہے۔ تعلیمی ادارے نہ صرف علم دیتے ہیں بلکہ افراد کو فکری آزادی، عدلیہ، اور

انصاف کے اصولوں سے آگاہ کرتے ہیں جو اسلام کی بنیاد ہیں، اس طرح یہ ادارے معاشرتی بہتری اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ دیتے ہیں۔(۲۴)

مستقبل کی نسل کو برداشت اور رواداری کی اہمیت سے روشناس کروانا: مستقبل کی نسل کو برداشت اور رواداری کی اہمیت سے روشناس کروانا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ اقدار معاشرتی ہم آہنگی اور امن کی بنیاد ہیں۔ ہمیں سکھانا چاہیے کہ ہر فرد کی سوچ، مذہب، رنگ یا ثقافت مختلف ہو سکتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ایک دوسرے سے نفرت کریں یا ان کو نظر انداز کریں۔ برداشت کا مطلب ہے کہ ہم اختلافات کو قبول کریں اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں، جبکہ رواداری ہمیں سکھاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور تعاون کے ساتھ رہیں۔ ان اصولوں کی پاسداری سے معاشرے میں خوشی، سکون اور ترقی ممکن ہوتی ہے، اور مستقبل کی نسلیں ایک بہتر اور پرامن دنیا کی تشکیل کر سکتی ہیں۔ اسی طرح اسلام میں برداشت اور رواداری کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث میں مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، احترام اور تحمل کا درس دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو لوگ صبر کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں، ان کے لئے اللہ کے ہاں بڑا انعام ہے" (۲۵)۔ اسلام میں رواداری کا یہ اصول صرف اپنے مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی برابری اور احترام کا معاملہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: "کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان نہیں لاتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے" (بخاری)۔ اس طرح، اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنی نسل کو برداشت، رواداری اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت سے آگاہ کریں تاکہ وہ ایک پرامن اور متحد معاشرتی زندگی گزار سکیں۔

پاکستانی معاشرہ میں شدت پسندی اور عدم برداشت کی وجوہات اور اس کا تدارک: عدم برداشت کی وجوہات مختلف سماجی، اقتصادی، مذہبی اور سیاسی عوامل سے وابستہ ہیں۔ سب سے پہلے تعلیمی نظام میں موجود خامیاں ہیں، جہاں اکثر نصاب میں تنگ نظری کی ترویج کی جاتی ہے اور بچوں کو مختلف عقائد، ثقافتوں، اور نظریات کے بارے میں کھلا ذہن اپنانے کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس کے نتیجے میں نوجوانوں میں رواداری کی کمی اور انتہا پسندی کا رجحان بڑھتا ہے۔ دوسری اہم وجہ مذہبی انتہا پسندی ہے، جس میں بعض گروہ اپنے مخصوص عقائد کو واحد سچائی مانتے ہیں اور دوسرے مذاہب یا فرقوں کے ماننے والوں کو مشکوک یا غلط سمجھتے ہیں۔ اس مذہبی شدت پسندی کے اثرات پاکستان کے معاشرتی تانے بانے پر واضح نظر آتے ہیں۔

معاشی عدم استحکام بھی شدت پسندی کی ایک بڑی وجہ ہے، جہاں بے روزگاری اور غربت کے شکار افراد شدت پسند گروپوں میں شمولیت اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ گروہ ان کو ایک مقصد فراہم کرتے ہیں اور ان کے احساس محرومی کو کم کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں فرقہ واریت اور نسلی تفریق کی موجودگی بھی معاشرتی عدم برداشت کو بڑھاوا دیتی ہے، جہاں مختلف گروہ اور کمیونٹیز ایک دوسرے سے دور ہیں اور ایک دوسرے کے عقائد یا ثقافتوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ پاکستانی سیاست میں بھی شدت پسندی کا اثر پڑتا ہے، جہاں بعض سیاسی جماعتیں یا راہنما اپنے مفادات کے لیے مذہبی یا فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارتے ہیں، جو اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ عالمی سطح پر ہونے والی جنگیں اور غیر مستحکم سیاسی حالات بھی پاکستان میں شدت پسندی کو فروغ دیتے ہیں۔

ان مسائل کا تدارک کرنے کے لیے چند اہم اقدامات کی ضرورت ہے۔ تعلیمی اصلاحات ضروری ہیں تاکہ نصاب میں تنقیدی سوچ، رواداری اور مختلف ثقافتوں اور عقائد کا احترام سکھایا جائے۔ اسی طرح، مذہبی راہنماؤں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تشریح پیش کریں جو امن، رواداری اور انسانیت کی اقدار پر مبنی ہو۔ معاشی مواقع فراہم کرنا بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ نوجوانوں کو شدت پسند گروپوں کی طرف راغب ہونے سے بچایا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ

سماجی ہم آہنگی کے اصولوں کو فروغ دینا اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے حکومت کو سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ آخر میں، میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار اہم ہے، انہیں مثبت پیغامات کی ترویج اور شدت پسندی کے خلاف آگاہی دینے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح، اگر حکومت، تعلیمی ادارے، مذہبی رہنما اور میڈیا ایک مشترکہ کوشش کے طور پر اس مسئلے پر کام کریں تو شدت پسندی اور عدم برداشت کی روک تھام ممکن ہو سکتی ہے۔(۲۶)

عدم برداشت کا بڑھتا رُجحان، سنگین ترین معاشرتی و تعلیمی مسئلہ: پاکستان میں عدم برداشت کا بڑھتا ہوا رجحان نہ صرف ایک سنگین معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے بلکہ تعلیمی اداروں میں بھی اس کا گہرا اثر پڑ رہا ہے۔ تعلیمی ادارے وہ جگہ ہیں جہاں مختلف عقائد، نظریات اور ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے افراد آپس میں بات چیت کرتے ہیں اور سیکھتے ہیں، لیکن آج کل تعلیمی اداروں میں بھی عدم برداشت اور تنگ نظری کی بڑھتی ہوئی لہر دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تعلیمی نصاب میں موجود تنگ نظری اور رواداری کے بارے میں معلومات کی کمی ہے۔ اکثر نصاب میں صرف ایک مخصوص سوچ اور نظریہ کو پیش کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے طلباء میں مختلف عقائد یا نظریات کے بارے میں سمجھ اور احترام کا فقدان ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، ہمارے معاشرتی اور ثقافتی تناظر میں بھی عدم برداشت کے بڑھنے کی بڑی وجہ مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ واریت ہے، جو تعلیمی اداروں میں بھی پھیل رہی ہے۔ بعض تعلیمی ادارے اور مذہبی تنظیمیں اپنے مخصوص نظریات کو ہی سچ سمجھ کر دوسروں کو نظر انداز کرتی ہیں، جس سے طلباء میں نفرت اور فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ صورتحال طلباء کے ذہنی اور فکری سطح پر بھی منفی اثرات مرتب کرتی ہے، اور وہ تعلیمی ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ بہتر طور پر کام کرنے کی بجائے اختلافات میں الجھتے ہیں۔ عدم برداشت کے بڑھتے ہوئے رجحان کا ایک اور بڑا سبب سوشل میڈیا کا استعمال ہے، جس پر اکثر نوجوانوں کی جانب سے تنگ نظری اور نفرت آمیز مواد شیئر کیا جاتا ہے، جو کہ تعلیمی اداروں میں بھی پھیل جاتا ہے۔ جب طلباء اس قسم کے مواد سے متاثر ہوتے ہیں تو ان کی ذہنیت میں شدت پسندی اور عدم برداشت کی سوچ پیدا ہوتی ہے۔

اس کا تدارک کرنے کے لیے تعلیمی اداروں میں نصاب کی اصلاح ضروری ہے تاکہ طلباء کو تنقیدی سوچ اور مختلف عقائد و نظریات کے احترام کی تعلیم دی جا سکے۔ نیز، اساتذہ کو بھی ایک مثبت، روادار اور ہم آہنگ تعلیمی ماحول فراہم کرنے کے لیے تربیت دی جانی چاہیے۔ اگر تعلیمی اداروں میں طلباء کو مختلف نظریات اور عقائد کے بارے میں سکھایا جائے اور انہیں ایک دوسرے کا احترام کرنے کی ترغیب دی جائے، تو یہ نہ صرف تعلیمی ماحول کو بہتر بنائے گا بلکہ پورے معاشرتی سطح پر بھی عدم برداشت کے مسئلے میں کمی آئے گی۔

معاشرتی امن و امان اور برداشت: معاشرہ میں امن، محبت اور تحمل و برداشت کا پروان چڑھنا ایک بہت اہم پہلو ہے جو ہر فرد اور معاشرتی سطح پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ محبت، احترام اور رواداری سے پیش آتے ہیں، تو معاشرت میں امن کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ اسلام نے بھی ان اقدار کی تعلیم دی ہے اور ان پر عمل کرنے کی اہمیت کو بار بار واضح کیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنے عمل سے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور تحمل کا مظاہرہ کیا، چاہے وہ ان کے دوست ہوں یا دشمن۔ معاشرتی سطح پر جب لوگ ایک دوسرے کے اختلافات کو برداشت کرتے ہیں اور ان کی آراء کا احترام کرتے ہیں تو اس سے نہ صرف معاشرتی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں بلکہ ایک ایسا ماحول بھی پیدا ہوتا ہے جس میں ہر فرد خود کو محفوظ اور عزت مند محسوس کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں نفرت اور دشمنی کی جگہ محبت، تعاون اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہوتی ہے، جو معاشرتی ترقی اور سکون کا باعث بنتی ہے۔(۲۷)

اسلامی تعلیمات اور معاشرتی بھائی چارہ: اسلامی معاشرت میں اخوت، رواداری اور محبت کی تعلیمات کا ایک اہم مقام ہے،

اور یہ مفاہمت و ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ قرآن اور حدیث میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک، محبت اور احترام کے ساتھ پیش آنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ"(۲۸) یعنی "مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان محبت، احترام اور یکجہتی کا رشتہ قائم کیا ہے، جو ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے حقوق کا خیال رکھے۔

سنت میں بھی حضرت محمد ﷺ نے اخوت اور رواداری کی اہمیت پر زور دیا ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"(۲۹)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنے ہمسایوں، دوستوں اور معاشرت میں دوسرے افراد کے ساتھ محبت اور رواداری کا سلوک کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے بھی محبت و اخوت کا عملی نمونہ پیش کیا، آپ نے ہمیشہ لوگوں کے ساتھ نرمی، معاف کرنے اور ان کے مسائل میں مدد فراہم کرنے کو ترجیح دی۔

اسلام میں رواداری کی تعلیمات کسی بھی معاشرتی گروہ یا فرد کو دوسروں کے عقائد، فرقے یا پس منظر کے بارے میں تحمل اور احترام سے پیش آنے کی تلقین کرتی ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" (۳۰) یعنی "تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین"۔ اس آیت سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ اسلام میں ہر فرد کو اپنے عقائد کی آزادی ہے اور کسی دوسرے کے عقیدہ یا رائے کو زبردستی تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔

اسلام میں اخوت اور محبت کا یہ تصور نہ صرف مسلمان معاشرت کے اندر بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور رواداری کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص لوگوں سے محبت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت نہیں کرتا" (مسند احمد)۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محبت اور رواداری نہ صرف فرد کے معاشرتی تعلقات کو بہتر بناتی ہے بلکہ یہ اللہ کے ساتھ تعلق کو بھی مضبوط کرتی ہے۔

اگر معاشرہ اخوت، محبت اور رواداری کی اس تعلیمات پر عمل کرے تو یہ نہ صرف اندرونی سکون کا باعث بنے گا بلکہ یہ امن و امان، ہم آہنگی اور یکجہتی کا ماحول بھی پیدا کرے گا۔ اسلامی تعلیمات معاشرتی مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور ان اصولوں کو اپنانا معاشرے کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

عدم برداشت کے پیچھے پوشیدہ عناصر: جی ہاں عدم برداشت کو برداشت کرنے کا مطلب ہے کہ ہم اس بیماری کو پنپنے کا موقع دے رہے ہیں۔ کارل پوپر کی تحقیق کے مطابق کسی بھی معاشرے کو اپنی رواداری برقرار رکھنے کے لیے عدم برداشت کے رویے کی طرف اپنی قبولیت کو ختم کرنا ہوگا۔ جب ایک معاشرہ عدم برداشت کے رویے کو قبول کرنا شروع کر دیتا ہے تو وقت کے ساتھ ساتھ اس معاشرے سے راواداری ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر آپ روڈ پر کسی کار والے شخص کو دیکھتے ہیں جو کہ ایک غریب رکشے والے کو بری طرح سے پیٹ رہا ہے تو معلوم کرنے پر پتہ چلے گا کہ اس بچارے کی قیمتی گاڑی کا رکشے والے کی کوتاہی سے معمولی سا نقصان ہوا ہے۔ لہذا اہم کار والے کا برا رویہ بہت آرام سے قبول کر لیں گے۔ کارل پوپر کے مطابق عدم برداشت کے فلسفے کا مقابلہ عقلی دلیل سے ہی کیا جانا چاہیے۔ اگر یہ ناکافی ہو تو اس کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جائے۔

عدم برداشت کے پیچھے مختلف عوامل پوشیدہ ہیں جن میں گھریلو تشدد اور معیار کی کمی اہم ہیں۔ گھریلو تشدد ایک ایسا مسئلہ ہے جو فرد کے نفسیاتی اور جذباتی حالت پر گہرا اثر ڈالتا ہے، اور اس کا نتیجہ معاشرتی تعلقات میں عدم برداشت اور

تشویش کی صورت میں نکلتا ہے۔ جب کسی فرد کو اپنے گھر میں بد سلوکی، تشدد یا ذہنی اذیت کا سامنا ہوتا ہے، تو وہ نہ صرف اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے بلکہ اس کے اندر غصہ، مایوسی اور نفرت کے جذبات بھی جنم لیتے ہیں، جو بعد میں معاشرتی سطح پر عدم برداشت کا سبب بنتے ہیں۔ خاص طور پر بچوں اور نوجوانوں پر گھریلو تشدد کا اثر دیرپا ہوتا ہے، اور وہ اس ماحول میں پرورش پاتے ہیں جس میں غصہ اور عدم تحمل کی موجودگی ہوتی ہے، جو ان کی شخصیت اور رویوں پر اثرانداز ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ، معیار کا فرق بھی عدم برداشت کے بڑھنے کا ایک اہم سبب ہے۔ جب افراد یا گروہ اپنے آپ کو دوسرے گروہ سے بہتر سمجھتے ہیں یا ان کے درمیان طبقاتی فرق ہو، تو یہ تفاوت انہیں ایک دوسرے کی باتوں یا عقائد کو برداشت کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ افراد کے مابین تعلیمی، معاشی یا ثقافتی معیار کا فرق بھی ایک حد تک عدم برداشت کو بڑھاتا ہے، کیونکہ ہر گروہ اپنے آپ کو دوسرے سے زیادہ اہم یا درست سمجھتا ہے۔ یہ معیار کی بنیاد پر قائم ہونے والی تفریق افراد کے درمیان احترام اور رواداری کے رویے کو کمزور کر دیتی ہے اور شدت پسندی یا مخالفانہ جذبات کو جنم دیتی ہے۔

گھریلو تشدد اور معیار کی کمی کے اس امتزاج سے معاشرت میں برداشت کی کمی اور تعلقات میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہوتا ہے، جس کا اثر پورے معاشرتی ڈھانچے پر پڑتا ہے۔ اس کے حل کے لیے معاشرتی تعلیم، گھریلو تشویشات کے تدارک کے لیے حکومتی اقدامات اور فرد کی نفسیاتی صحت پر توجہ دینا ضروری ہے تاکہ عدم برداشت کی جڑوں کو ختم کیا جا سکے اور معاشرتی ہم آہنگی اور تعاون کو فروغ دیا جا سکے۔ (۳۱)

پاکستان کا تعلیمی نصاب اور اقلیتوں کے تحفظ و اصلاحات:

پاکستان کا تعلیمی نصاب اور اقلیتوں کے تحفظ کے حوالے سے اصلاحات کے معاملے میں اہم تبدیلیاں درکار ہیں تاکہ معاشرتی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کو فروغ دیا جا سکے۔ پاکستان میں تعلیمی نصاب میں جو موجودہ مواد ہے، وہ اکثر تعصب اور فرقہ واریت کی نمائندگی کرتا ہے، جو اقلیتوں کے حوالے سے منفی تاثرات پیدا کرتا ہے۔ ایسے مواد کا مقصد نہ صرف اختلافات کو بڑھانا ہوتا ہے بلکہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو بھی نظرانداز کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں نسل پرستی اور مذہبی تفریق کے مظاہرے بڑھ جاتے ہیں، جو معاشرتی تنازعات اور عدم برداشت کا باعث بنتے ہیں۔

اس کے برعکس، اگر تعلیمی نصاب میں اقلیتوں کے حقوق، احترام اور ان کے اہم کردار پر توجہ دی جائے، تو یہ نہ صرف معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دے گا بلکہ طلبا کو ایک جامع اور مثبت نقطہ نظر سے دنیا کو دیکھنے کی تربیت بھی دے گا۔ اقلیتوں کے حوالے سے تعلیمی نصاب میں اصلاحات کے ذریعے ان کی ثقافت، تاریخ اور ان کے اہم کردار کو اجاگر کیا جا سکتا ہے، جس سے نہ صرف ذہنوں میں مثبت تبدیلی آئے گی بلکہ پورے معاشرے میں مذہبی رواداری کی فضا بھی قائم ہوگی۔

پاکستان میں اقلیتی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے بھی بڑی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ریاستی ادارے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کریں اور انہیں اس بات کا احساس دلائیں کہ وہ پاکستان کی مساوی شہری ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اقلیتی کمیونٹیز کو تعلیمی اور معاشی مواقع فراہم کرنے کے لیے حکومت کو اقدامات اٹھانے ہوں گے، تاکہ وہ اپنے حقوق کا بہتر طور پر دفاع کر سکیں اور معاشرتی ترقی میں مساوی طور پر شریک ہو سکیں۔

اس کے علاوہ، پاکستانی تعلیمی اداروں میں نفرت، تشدد اور عدم برداشت کی روک تھام کے لیے سخت اقدامات کی ضرورت ہے۔ ایسے مواد کو نصاب سے نکالنا جو اقلیتوں یا کسی خاص گروہ کے خلاف تعصب پیدا کرتا ہے، اور اس کے بدلے میں ایک ایسا نصاب ترتیب دینا جو تعلیمی اداروں میں احترام، رواداری اور محبت کی بنیاد ڈالے، اس کے لیے حکومت کو عملی اصلاحات کرنی ہوں گی۔ ان اصلاحات کا مقصد ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جہاں ہر فرد کو برابری کی بنیاد پر حقوق ملیں، اور کوئی بھی شخص مذہب، نسل یا فرقہ کی بنیاد پر امتیاز کا شکار نہ ہو۔ (۳۲)

خلاصہ

تعلیمی اداروں میں عدم برداشت ایک سنگین مسئلہ ہے جو تعلیمی ماحول اور ذہنی ترقی پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اسلام میں تعلیم کا مقصد انسان کی روحانی، اخلاقی اور ذہنی ترقی ہے، اور اس کے اصول انسانوں کے درمیان محبت، احترام اور ہم آہنگی پر مبنی ہیں۔ اسلام میں عدم برداشت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، قرآن وحدیث میں بار بار انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اختلافات کے باوجود امن و سکون برقرار رکھنے اور ہر فرد کی عزت کی حفاظت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ تعلیمی اداروں میں عدم برداشت کی موجودگی طالب علموں کے درمیان نفرت، عداوت اور منافرت کو بڑھا سکتی ہے، جس سے ایک صحت مند تعلیمی ماحول متاثر ہوتا ہے۔ ذہنی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ فرد اپنے خیالات و جذبات میں کشیدگی اور تناؤ کا شکار ہو، اور یہ مسئلہ ان اداروں میں زیادہ بڑھتا ہے جہاں دانشورانہ اختلافات کو درست انداز میں حل کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ اسلام تعلیم کے ذریعے انسانوں میں آپس کے اختلافات کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ فرد اور معاشرہ دونوں میں ہم آہنگی اور امن کا قیام ہو۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف تعلیمی معیار بہتر ہوتا ہے، بلکہ طالب علموں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت بھی ہوتی ہے، جو ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کامیابی کا باعث بنتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) آل عمران: ۱۳۹

(۲) سنن ابی داود، کتاب الطہارت، (رقم الحدیث: ۸)

(۳) الرعد: ۲۸

(۴) البقرۃ: ۱۲۹

(۵) جامع ترمذی، نیکی و صلح رحمی، (رقم الحدیث: ۱۹۱۹)

(۶) آل عمران: ۱۰۳

(۷) مسلم شریف، کتاب آداب اور اجازت طلب کرنا، (رقم الحدیث: ۶۶۹۰)

(۸) البقرۃ: ۱۱

(۹) سنن نسائی، باب استفتاء(رقم الحدیث: ۳۸۴۰)

(10) https://www.inquilab.com,date :12-12-2024,time 12:07pm

(11) https://blogs.worldbank.org, 12-12-2024,time 12:07pm

(12) R.W.Caves (2004)- Encyclopedia of the City- Rutledge, 12-12-2024,12:07pm

(13) https://www.humsub.com.pk, 12-12-2024,time 12:45pm

(۱۴) الکافرون: ۱۰۹:۶

(۱۵) النساء ۵۸

(۱۶) سنن ترمذی، کتاب الرضاء رقم الحدیث ۱۱۶۲

(17) https://roshni.net.pk/2022/02/17 time,12:47

(۱۸) آل عمران: ۱۵۹

(۱۹) سنن ترمذی، باب ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے رقم الحدیث: ۲۱۳۸

(۲۰) النحل: ۱۲۵

(۲۱) الفتح: ۱۲

(۲۲) الحجرات: ۹

(۲۳) سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (رقم الحدیث: ۲۲۴)

(۲۴) علق:۱

(۲۵) آل عمران ۱۳۴

(۲۶) مرزا شہباز حسنین، 16 November 2018، تحریر (https 4073،:www.mukaalma.com، 49666)

(۲۷) https ،:news،jang.com.pk، ۴ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ ۳ فروری ۲۰۲۵ 1416246

(۲۸) الحجرات ۱۰:۴۹

(۲۹) بخاری، محمد اسماعیل، کتاب الایمان، (رقم الحدیث ۱۷۱)

(۳۰) الکافرون ۶:۱۰۹

(۳۱) https ،:www.dw.com، ur عدم، برداشت، کے، پیچھے، پوشیدہ، عناصر، a، 54910551

(۳۲) https ،:www.dw.com، ur عدم، برداشت، کے، پیچھے، پوشیدہ، عناصر، a، 54910551

کتابیات

۱. ڈاکٹر عقیل احمد، فلاح معاشرہ میں عائلی زندگی کا کردار (اسوہ حسنہ کی روشنی میں) التبیین، سن اشاعت جنوری ۲۰۲۱ء

۲. محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)

۳. احمد بن عمرو بزار، البحر الزخار، (مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، ۲۰۰۹ء)

٤. مسلم بن الحجاج، مسلم شریف الجامع الصحیح، (ریاض: دار السلام، ۱۹۸۷)

۵. سید ابو الاعلیٰ مودودی، حقوق زوجین، (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء)

۶. ابن حجر احمد بن محمد بن احمد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ)

۷. منیر احمد خلیلی، عصر حاضر کی تحریکیں، منظر و پس منظر، (راولپنڈی، حسن البناء اکیڈمی، ۲۰۰۴ء)

۸. ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (ریاض، دار السلام ۱۴۲۱ھ)

۹. رخسانہ نوید، خواتین پر تشدد: اسلامی اور قانونی نقطہ نظر، جہات الاسلام، ج۳ (جولائی، دسمبر ۲۰۱۹ء)

۱۰. عورت خاندان اور ہمارا معاشرہ، مرتب: خالد رحمٰن، سلیم منصور، مضمون: زوجین میں علیحدگی، شریعت اور ملکی قانون، شگفتہ عمر س ن

۱۱. قشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح المسلم، کتاب آداب اور اجازت طلب کرنا، (دار السلام، ۱۹۸۷ء)،

۱۲. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب الایمان۔

۱۳. ابو حامد محمد امام غزالی، احیاء علوم الدین، ترجمہ: ندیم الواجدی، (کراچی: دار الاشاعت، اردو بازار، س ن)

۱۴. عبد الہادی عبد الخالق مدنی، بیوی اور شوہر کے حقوق، (یوپی، انڈیا، دار الاستقامہ، ۲۰۰۵ء)

15. https://www.inquilab.com,date :12-12-2024,time 12:07pm
16. https://blogs.worldbank.org, 12-12-2024,time 12:07pm
17. R. W. Caves (2004)- Encyclopedia of the City- Rutledge، 12-12-2024,time 12:07pm

۱۸. مبارکپوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبہ السلفیہ، ۲۰۰۰ء)

۱۹. ذہبی، شمس الدین ابی عبد اللہ، الکبائر، (بیروت: دار الندوہ جدیدہ، س ن)

۲۰. جلال پوری، علی عباس کائنات اور انسان، (لاہور: تخلیقات ۲۰۰۰ء)

۲۱. مبارک علی ڈاکٹر تاریخ کیا کہتی ہے، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۸ء)

۲۲. نعمانی شبلی مولانا علم الکلام، (اعظم گڑھ: مطبع معارف س ن)

۲۳. محمد شفیع مفتی تفسیر معارف القران (کراچی: ادارہ معارف، ۲۰۰۵ء)

۲۴. فیروز الدین، فیروز اللغات، (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، س ن)

۲۵. خواجہ عبد المجید، جامع الغات، (لاہور: اردو سائنس سپورٹ)

۲۶. سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القران، (لاہور: ادارہ ترجمان القران ۲۰۰۴ء)
۲۷. ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹ء)
۲۸. ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ اور مذہبی تحریکیں، (لاہور: فکشن ہاؤس لاہور ۱۹۹۸ء)
۲۹. مظہر الدین صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۵۴ء)
۳۰. حافظ محمد ثانی، رسول اکرم اور رواداری، (لاہور: فضلی سنز، ۱۹۸۸ء)
۳۱. مولانا ریاست علی ندوی، تاریخ اندلس، (لاہور: علی فرید پرنٹر، ۲۰۰۳ء)

❖❖❖